© rasailojaraid.com

تحریر: م۔ س۔ م

سوشلزم اور معاشی فلاح و بہبود

پیپلز پارٹی اور سوشلزم کی حامی دیگر سیاسی جماعتوں کا دعوئے ہے کہ سوشلزم اسلام کے خلاف نہیں نیز سوشلزم ملکی معیشت میں زبردست ترقی اور معاشی مساوات لانے کا باعث بنے گا۔ اس بات کا حق تو دینی علم سے ناواقف سوشلسٹ رہنماؤں کی بجائے مستند علمائے کرام کو پہنچتا ہے کہ وہ فیصلہ کریں کہ سوشلزم اسلام کے مطابق ہے یا نہیں۔ مگر فی الحال ہم صرف اس امر کا بے لاگ جائزہ لیں گے کہ سوشلزم کہاں تک معاشی ترقی کا ضامن ہے۔

سوشلزم اور معاشی ترقی

سوشلزم کے حامی کہتے ہیں کہ سوشلزم معاشی ترقی کا واحد نسخہ ہے۔ وہ اس سلسلہ میں روس اور چین کی مثال دیتے ہیں۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ:

(۱) برسہا برس سے سوشلزم کو اپنانے کے باوجود مصر، شام، عراق اور دوسرے سوشلسٹ عرب ملکوں نے ترقی کیوں نہیں کی کہ نہ ان کے عوام کی حالت بہتر ہوئی اور نہ وہ اسرائیل پر غلبہ پا سکے؟

(۲) مغربی جرمنی، جاپان، سویڈن، برطانیہ، امریکہ وغیرہ مغربی ممالک نے سوشلزم کے بغیر روس، چین اور یورپ کے اشتراکی ملکوں سے زیادہ معاشی ترقی کیسے کر لی ہے؟

ملاحظہ فرمائیے اقوام متحدہ کے دفتر شماریات کے فراہم کردہ مستند اعداد و شمار:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فی کس سالانہ اوسط آمدنی

	امریکہ میں	۱۴۵۳	ڈالر
	سویڈن میں	۷۸۰	ڈالر
	برطانیہ میں	۷۷۳	"
	روس میں	۳۰۸	"
سوشلسٹ ممالک	پولینڈ "	۳۰۰	"
	ہنگری "	۲۶۹	"
	چین "	۲۷	"

دراصل کسی ملک کی معاشی ترقی کا دارومدار اس کے قدرتی وسائل اور ان کے صحیح اور محنت سے استعمال پر ہوتا ہے۔ اگر سرے سے وسائل ہی کم ہیں تو سوشلزم کوئی الہ دین کا چراغ نہیں کہ زرخیز زمین، معدنیات اور سرمایہ وغیرہ کے بغیر ہی جادو کے زور سے ملک کو معاشی ترقی سے ہمکنار کر دے جہاں تک ان وسائل کے محنت سے استعمال کا تعلق ہے۔ اس کے لیے اشتراکی اور سوشلسٹ نظام، اجتماعی ملکیت اور جبر و تشدد کا راستہ استعمال کرتے ہیں۔ جبکہ غیر اشتراکی نظام انفرادی ملکیت کی اجازت دیتے ہیں جس سے فرد کے دل میں از خود اور بغیر جبر و تشدد کے محنت کر کے اپنی اور ملک کی معاشی حالت بہتر بنانے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

آیئے اب دیکھیں کہ معاشی ترقی اور زیادہ سے زیادہ پیداوار کے لیے اجتماعی اور قومی ملکیت زیادہ مفید ثابت ہوتی ہے یا انفرادی ملکیت اس سلسلہ میں ہم کسی "سرمایہ دار" ملک کی بجائے روس کی مثال لیں گے ۔۔۔۔۔۔ روس میں پہلے ساری زمین کسانوں سے چھین کر حکومت کی ملکیت میں لے لی گئیں۔ مگر ۱۹۳۵ء میں روس کو اس غیر فطری نظام میں قدرے ترمیم کرنا پڑی اور کسانوں کو از راہِ کرم اجازت دی گئی کہ وہ اپنے ذاتی استعمال کے لیے نصف ایکڑ کے قریب زمین رکھ سکتا ہے۔ بعض منظور نظر کسانوں کو "مساوات کے اصول کے مطابق" دو ایکڑ زمین رکھنے کی اجازت بھی ملی۔ اب ملاحظہ فرمائیں کہ ذاتی ملکیت والی زمین نے زیادہ پیداوار دی یا اس زمین نے جو حکومت نے کسانوں سے چھین کر اپنے قبضہ میں لے لی تھی؟ ۱۹۶۱ء کے سرکاری اعداد و شمار کے مطابق نجی رقبہ میں ۱۱ ٹن فی ہیکٹر اور سرکاری زمین میں ۷ ٹن فی ہیکٹر پیداوار ہوئی۔ اسی طرح مویشیوں کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سرکاری فارم نجی فارموں سے تعداد میں تین گنا زیادہ ہیں۔ مگر ان کم فارموں نے سرکاری فارموں سے تھوڑا ہی کم گوشت، دودھ، اون وغیرہ پیدا کیے اور انڈوں کی پیداوار میں سرکاری فارموں پر بھی سبقت بھی حاصل کر لی حالانکہ سوشلسٹ دعووں کے مطابق ان سب چیزوں کی پیداوار سرکاری فارموں میں نجی فارموں کے مقابلہ میں تین گنا سے بھی زیادہ ہونی چاہیے تھی۔

ملاحظہ فرمائیے:	سرکاری رقبہ کی پیداوار		نجی رقبہ کی پیداوار	
دودھ	۳,۴۰,۰۰۰,۰۰۰	ٹن	۲,۸۵,۰۰۰,۰۰۰	ٹن
گوشت	۴۸,۰۰۰,۰۰۰	”	۳۹,۰۰۰,۰۰۰	”
انڈے	۶,۳۰۰	ملین	۲۳,۰۰۰	ملین

(مزید تفصیل کے لیے دیکھیں BERMAN BULLETIN نومبر ۶۳ء)

سوشلزم اور روٹی، کپڑا، مکان

معاشی ترقی کے ضمن میں وسائل اور ان کے درست استعمال کے بعد تیسری اہم چیز یہ ہے کہ ان وسائل سے حاصل ہونے والی ترقی کو حکومت کیسے صرف کرتی ہے۔ روس اور چین نے جتنی معاشی ترقی بھی کی ہے اسے انہوں نے زیادہ تر امریکہ سے اسلحہ کی دوڑ جیتنے میں صرف کر دیا ہے۔ اس طرح وہ ایٹمی طاقتیں تو بن گئے ہیں۔ مگر عوام کی فی کس آمدنی بدستور بہت کم ہے۔ روس و چین کی سوشلسٹ حکومتیں ملک کے عوام کو فائدہ پہنچانے والی فصلیں اگانے اور صنعتیں قائم کرنے سے زیادہ فوجی برتری کے لیے زیادہ فکرمند رہتی ہیں کیونکہ وہ ہٹلر کے اس قول کی قائل ہیں کہ:

”مکھن روٹی سے پہلے توپ کی ضرورت ہے۔“

ان کے نت نئے اسلحہ کے متعلق خبریں پڑھ کر پاکستان جیسے ملک کے عوام یہ سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ ان ملکوں نے واقعی بڑی ترقی کر لی ہے۔ حالانکہ اس ترقی کا فائدہ عوام تک بہت کم پہنچتا ہے ——— ذرا غور کیجیے کہ روس جو زار کے بدترین دور میں کئی دوسرے ملکوں کو اناج سپلائی کرتا تھا، سوشلزم آنے کے بعد اس کی یہ پوزیشن ہو گئی ہے کہ اس نے:

”۱۹۴۱ء سے ۱۹۵۶ء تک عرصہ میں امریکہ جیسے ”سرمایہ دار“ ملک سے جیسے وہ صبح و شام گالیاں دیتا ہے ... کا غلہ خریدا ——— اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"۱۹۶۳ء میں اس کی غذائی حالت اتنی پتلی ہوگئی کہ اس نے امریکہ، کینیڈا اور آسٹریلیا سے ۱۵ ملین ٹن گندم منگوائی" (GERMAN BULLTIN oct 1963)

اسی طرح چین بھی اپنی مادی فوجی و اسلحی ترقی کے باوجود غذائی پیداوار کی کمی کا شکار ہے۔ خصوصاً ۱۹۶۲-۶۳ء میں اسے کئی ممالک سے غلہ منگوانا پڑا۔" (The SOVLET WORLD p. 209)

"بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ روس اور چین دکھاوے کے لیے دوسرے ممالک کو بطور "امداد" کچھ غلہ بھیجتے ہیں حالانکہ ان کے اپنے عوام بھوکوں مر رہے ہوتے ہیں۔" [1]

معاشی مسائل کے حل کا دعوےٰ اور حقیقت

ہمارے ملک کے سوشلسٹ لیڈر دعوے کرتے ہیں کہ ہمارے معاشی مسائل صرف سوشلزم کے ذریعہ حل ہو سکتے ہیں۔ یہ تو دعوے ہوا مگر حقیقت یہ ہے کہ چین میں تو سوشلزم کے نفاذ کو مقابلۃً کم مدت گزری ہے۔ وہاں روٹی، کپڑے اور مکان کے مسائل کہاں حل ہوں گے۔ روس میں بھی پچاس سے زائد برس گزر جانے کے باوجود یہ مسائل حل نہیں ہو سکے۔ ثبوت کے لیے ملاحظہ فرمائیے۔ روسی وزیر اعظم کوسیگن کی کمیونسٹ پارٹی کی بائیسویں کانگرس میں تقریر اور سابق وزیر اعظم خروشیف کی ۱۹۶۱ء کی تقریر۔

کوسیگن نے اقرار کیا کہ:۔

"سرکاری طعام خانوں سے ملنے والا کھانا بالعموم بے مزہ اور بے ذائقہ ہوتا ہے۔"

اور خروشیف نے تسلیم کیا کہ:۔

"رہائشی جگہ کی قلت کا مسئلہ آج بھی شدید شکل میں موجود ہے۔"

سرکاری فارموں اور کارخانوں کے کسان اور مزدور بیرکوں میں محدود جگہ کے اندر بمشکل گزارہ کرتے ہیں اور نہانے کے لیے انہیں مشترکہ غسل خانوں کے باہر لمبی لمبی قطاروں میں گھنٹوں کھڑا رہنا پڑتا ہے جبکہ "مساوات" کے جھوٹے فریب کے باوجود ان کے افسر اور حاکم بڑے بڑے فلیٹوں میں رہتے ہیں۔

---

[1] SOVIET WORLD p. 162

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مشرقی و مغربی جرمنی کا مقابلہ

مشرقی جرمنی میں روس نے زبردستی سوشلسٹ نظام نافذ کر رکھا ہے جبکہ مغربی جرمنی میں معیشت آزاد ہے۔ اگر کسی نے سوشلسٹ اور غیر سوشلسٹ معاشی نظاموں کی کارکردگی کا مقابلہ کرنا ہو تو اس کے لیے مشرقی و مغربی جرمنی سے بہتر مثال ملنی مشکل ہے۔ دونوں ایک ہی ملک کے حصے ہیں۔ دونوں کے وسائل اور ان سے فائدہ اٹھانے والے لوگ یکساں نوعیت کے ہیں مگر نظام مختلف ہونے کی وجہ سے:

(۱) مشرقی جرمنی کے معاشی حالات اتنے بدتر ہیں کہ بقول سوشلسٹ روزنامہ "مساوات" لاہور کم از کم ۳۰ لاکھ افراد مشرقی حصہ سے بھاگ کر مغربی حصہ میں چلے گئے ہیں حالانکہ ان کو روکنے کے لیے ان کی ظالم حکومت نے سرحد پر فصیلیں، خاردار تاریں، بجلی کی رو، سراغرسان کتے اور پہریدار مقرر کر رکھے ہیں۔

(۲) مغربی جرمنی کی معاشی پوزیشن برطانیہ اور فرانس سے بھی بہتر ہے اور اس نے کئی ترقی پذیر ملکوں کو بھاری قرضے دے رکھے ہیں، جبکہ مشرقی جرمنی خود قرضے کا محتاج ہے۔

ترقی پذیر ممالک اور سوشلزم

روس، چین اور جرمنی جیسے بڑے ملکوں میں تو سوشلزم کی برکات کا یہ حال ہے لیکن اگر پاکستان جیسے ترقی پذیر اور کم ترقی یافتہ ملکوں میں جہاں پہلے ہی وسائل کم ہیں، سوشلزم نافذ کر دیا جائے تو ان کا حال اور بھی بدتر ہوگا۔ آئیے ہم اپنے ہمسایہ ملک برما سے سبق حاصل کریں اور یہ اندازہ کرنے کی کوشش کریں کہ اگر خدانخواستہ یہاں سوشلزم آیا تو ہماری حالت کیا ہوگی۔ برمی سوشلزم کی یہ جھلکیاں برمی مہاجرین عبدالغفار ارکانی اور صالح احمد وغیرہ کے بیانوں سے ماخوذ ہیں جو "البلاغ" کراچی، اگست ۔۔ ،، "صوت الاسلام" لاہور مجریہ ۱۷ جولائی سنہ اور "چٹان" لاہور ۳ اگست سنہ میں شائع ہوئے۔ آپ اگر چاہیں تو کبوتر کی طرح بلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیں اور کہہ دیں کہ یہ سب جھوٹا سامراجی پراپیگنڈہ ہے اور چاہیں تو ان سے سبق حاصل کر کے سوشلزم کو دور ہی سے سلام کریں اور اپنا مستقبل محفوظ کر لیں۔ اگر آپ ان حقائق کو پراپیگنڈہ ہی سمجھتے رہے تو آپ کو ایسے حالات کے پاکستان میں بھی رونما ہونے سے کوئی نہ بچا سکے گا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

- برما کی عام خوراک چاول ہے۔ سوشلزم سے پہلے غریبوں کے عام استعمال کا چاول ۱۰ روپے من ملتا تھا۔ "عوامی انقلاب" کے بعد اس کی قیمت ۱۲۰ روپے من تک جا پہنچی۔
- کھیتی باڑی وغیرہ کے لیے جو بیل ۹۰ روپے میں ملتا تھا۔ تقریباً ۸۰۰ روپے میں ملنے لگا۔
- تمام کسان حکومت کے ملازم ہوگئے کہ سارا سال محنت کر کے زراعت کریں اور ساری پیداوار حکومت کے گوداموں میں جمع کرادیں پھر روزانہ فی کس ایک پاؤ چاول وہاں سے بصد مشکل حاصل کریں۔
- دو تین گاؤں ملاکر ان کے لیے اشیائے ضرورت کی ایک سرکاری دوکان کھولی گئی۔ اسی طرح ایک تحصیل ہیڈ کوارٹر کے لیے ایک دکان کھولی گئی۔ جہاں سے ضرورت کی اشیا پہلے نرخوں سے تین چار گنا زیادہ نرخوں پر ملتی ہیں اور وہ بھی لمبی لمبی قطاریں بنانے اور کافی عرصہ کھڑا رہنے کے بعد۔
- بلیک مارکیٹ عام ہے اور جن افسروں کی ڈیوٹی سرکاری دکانوں پر ہے وہ اصل قیمت سے کئی کئی گنا زیادہ رقم لے کر چیزیں بیچتے ہیں اور چونکہ سوشلزم "افسر شاہی" کا دوسرا نام ہے اس لیے ان افسروں کے خلاف نہ کوئی شکایت کارگر ہے اور نہ احتجاج۔ عوام ان ہاتھوں بے بس ہیں اور اپنی بے بسی کا اظہار بھی نہیں کر سکتے۔

یاد رکھیئے

سوشلسٹوں کے یہ دعوے جھوٹے ہیں کہ وہ عوام کے معاشی مسائل کو حل کر دیں گے۔ سوشلزم ایک سراب ہے جو دور سے بھلا معلوم ہوتا ہے مگر اس میں صرف حکمران طبقہ فائدہ اٹھاتا ہے اور ۹۸ فی صد عوام کی حالت پہلے سے بھی بدتر ہو جاتی ہے۔

© rasailojaraid.com